ایک گمنام دار العلوم

از جناب الحاج سید محبوب صاحب رضوی دیوبند

موجودہ زمانے میں جس طرح سے اسکولوں اور کالجوں کے لئے عمارتیں بنانے اور ان کے لئے ساز و سامان جمع کرنے کا دستور ہے۔ ہمارے قدیم نظام تعلیم میں اس کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اسلام مسلمانوں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے، مسجد نبوی جو سب سے پہلی مسجد ہے درس گاہ کا کام بھی دیتی تھی، اس کے بعد جتنی مسجدیں بنائی گئیں وہ گویا مدارس بھی تھے، حکومتوں کی سرپرستی کے علاوہ خود مسلمانوں کا ذوقِ علم جو انھیں آبا و اجداد سے وراثت میں ملا تھا حکومتوں کے خزانے کا بہت کم ممنونِ احسان رہا ہے، ہماری قدیم تعلیم گاہیں اپنے لئے مستقل عمارتوں کی محتاج نہ تھیں، بالعموم مسجدوں، خانقاہوں اور علماء و امراء کے مکانات میں تعلیم و تعلم کی بزم آراستہ رہتی تھی، خاص طور پر نامور علماء اپنے گھروں یا مسجدوں میں تعلیم دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ — علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

کی تاکید نے حصولِ علم کا عام ذوق پیدا کر دیا تھا، علم کی اشاعت، تعلیم و تعلّم، طلباء کی امداد و اعانت، کتابیں، ضروریات درس و تدریس کی فراہمی، مدارس کی تاسیس اور ان کے مصارف کے لئے جائدادوں کا وقف کرنا، علماء اور طالبانِ علم کی مالی امداد و اعانت موجب خیر و برکت اور

فلاحِ دارین کا باعث سمجھا جاتا تھا، علم کی اشاعت اور اس کی ترقی کے لئے وسائل مہیا کرنا دوسری عام ضروریات کی طرح ان کی زندگی کا لازمی اور ضروری جزو بن گیا تھا۔

اس دور میں چونکہ یہ کام عموماً مسجدوں سے بسہولت لیا جاتا تھا اس لئے قدیم مساجد میں اکثر وبیشتر ایسی عمارتیں ضرور بنائی جاتی تھیں جو درس وتدریس اور طلباء کے قیام کے لئے کام میں آسکیں، اس بارے میں مسجد نبوی کا نمونہ مسلمانوں کے سامنے تھا۔ مصر میں جامع ازہر اور مراکش میں جامع تزوین اور جامع زیتونیہ اسی طرز کی مسجدیں ہیں، خود ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں بکثرت ایسی مسجدیں اب تک موجود ہیں جن کے صحن کے تین طرف چھوٹے بڑے حجروں اور دالانوں کا وسیع سلسلہ نظر آتا ہے، دہلی میں مسجد فتح پوری اور جون پور کی اٹالہ مسجد ہزاروں لاکھوں میں چند مثالیں ہیں، یہ مسجدیں اپنے وقت کی عظیم درس گاہیں بھی تھیں، آخری دور میں دار العلوم دیوبند بھی اولاً چھتے کی قدیم مسجد ہی میں قائم ہوا تھا۔

اس زمانے میں طلباء کے قیام وطعام کا جو عوامی طریقہ رائج تھا اس کی نسبت مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں لکھا ہے:

صاحب توفیقان ہر معمورہ طلبۂ علم را نگاہ می دارند وخدمت ایں جماعت را سعادتِ عظمیٰ می دانند[1]	صاحب استطاعت ہر آبادی میں طالبانِ علم پر متوجہ رہتے تھے وہ طلبہ کی امداد واعانت کو اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے تھے

عام خیال یہ ہے کہ اسلام کی علمی تاریخ میں موجودہ شکل کے باقاعدہ مدارس کی ابتدا پانچویں صدی ہجری میں نیشاپور اور بغداد کے درس نظامیہ سے ہوئی ہے جن کو نظام الملک طوسی (متوفی ۴۸۵ھ / ۱۰۹۲ء) نے قائم کیا تھا، لیکن تاریخ کے صفحات میں ان دونوں سے پہلے دو ایسے مدرسوں کا نشان ملتا ہے جو گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک کو

---

[1] مآثر الکرام ص ۲۲۲

سلطان محمود غزنوی (۳۸۹ھ/۹۹۹ء - ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء) نے ۴۱۰ھ/۱۰۱۹ء میں قائم کیا تھا۔ اور دوسرے کو مصر کے حکمراں الحاکم بامر اللہ (۳۸۶ھ/۹۹۶ء - ۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء) نے جاری کیا تھا۔

ابو القاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ ۴۱۰ھ/۱۰۱۹ء میں سلطان محمود غزنوی نے اپنے پایۂ تخت غزنی میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جو اپنی وسعت و عظمت، شان و شکوہ اور حسن و نفاست کے لحاظ سے "عروسِ فلک" کے نام سے موسوم تھی، مسجد کے ساتھ سلطان نے ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا، نیز اس مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ بھی قائم کیا گیا تھا جو ہر قسم کی کتابوں سے معمور تھا، مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے سلطان نے بہت سے دیہات وقف کر دیئے تھے، فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں:

درجوار آں مسجد مدرسہ بنا نہادہ و بنفائس کتب و غرائب نسخ موشح گردانیدہ، دیہات بسیار بر مسجد و مدرسہ وقف فرمود[1]

مسجد کے قریب مدرسہ قائم کیا، مدرسہ کے کتب خانہ میں عمدہ اور کم یاب کتابیں جمع کیں، مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے بہت سے دیہات وقف کر دیئے۔

لیکن مصر میں "عروس فلک" سے چند سال پہلے ایک دار العلوم قائم ہو چکا تھا، علامہ مقریزی نے کتاب الخطط میں تفصیل سے اس دار العلوم کے حالات بیان کئے ہیں، لکھا ہے کہ جمادی الآخر ۳۹۵ھ/۱۰۰۴ء میں الحاکم بامر اللہ نے ایک دار العلوم جس کا نام دار الحکمت تھا جاری کیا، نامور محدثین، فقہاء، قراء اور ہیئت، نحو، لغت، طب، منطق اور ریاضی کے ماہرین اساتذہ بڑی کثرت سے اس دار الحکمت میں ملازم رکھے گئے تھے جو اپنے اپنے فن کے طلباء کو ماہرانہ تعلیم دیتے تھے۔ الحاکم بامر اللہ نے خود اپنے کتب خانہ کی تمام کتابیں دار الحکمت کے لئے وقف کر دی تھیں، ہر قسم کے علوم و فنون کی کتابوں سے یہ کتب خانہ معمور تھا۔ بعض کتابیں مشہور کاتبوں کے

[1] تاریخ فرشتہ ص ۳۰ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں، مدرسہ اور کتب خانہ میں زردوزی قالینوں کا فرش بچھایا جاتا تھا، کتنے ہی محافظ، خدام اور فراش وغیرہ انتظام کے لئے مقرر تھے۔

طلباء کے لئے کاغذ، قلم دوات وغیرہ کو ہر وقت مہیا رکھا جاتا تھا، الحاکم بامر اللہ ہر ایک فن کے طلبار کو اپنے سامنے بلاتا، اُن میں باہم دگر بحث ومباحثہ کراتا اور بحث میں بازی لے جانے والے طلبار کو انعام دے کر رخصت کرتا۔

دارالحکمت کے کتب خانہ پر دو ہزار پانچ سوستر دینار سالانہ خرچ ہوتے تھے۔ دارالحکمت کے کتب خانہ سے ہر شخص کو استفادہ کرنے کی عام اجازت تھی۔ آخر میں علامہ مقریزی نے دارالحکمت کے مصارف کی تفصیل یہ بتائی ہے:

بوریا دس دینار، کاتب ۹۰ دینار، بہشتی ۱۲ دینار، فراش ۱۵ دینار
مرمت کتب ۱۲ دینار، قالین سرائی ۵ دینار، فرش ۸ دینار، داروغہ
کتب خانہ ۴۸ دینار، کاغذ، قلم دوات ۱۲ دینار، مرمت پردہ وغیرہ ایک دینار

یہ صرف کتب خانہ کے اخراجات تھے، اس سے دارالحکمت کے اساتذہ کے مشاہروں اور طلبار کے وظائف وغیرہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

دارالحکمت نے ابھی اپنی عمر کے دو تین سال ہی پورے کئے تھے کہ خود الحاکم بامر اللہ نے اس کو ختم کر دیا، اسی لئے غالباً مورخین نے بھی اس کو فراموش کر دیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیائے اسلام میں یہی وہ گم نام دارالعلوم ہے جو آگے چل کر قیام مدارس کے لئے مشعلِ راہ بنا۔ اگر یہ موت کی آغوش سے محفوظ رہتا تو مدارس کی فہرست کا سرنامہ ہوتا۔

[دارالحکمت کے حالات ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۳۴۲، اور کتاب الخطط علامہ مقریزی اور حاشیہ تاریخ الکامل ابن اثیر حالات ۴۰۰ھ اور ابن خلکان کے انگریزی مقدمہ سے ماخوذ ہیں]۔

•••

شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی

ایک علمی رسالے کے مضامین کی ترتیب کا مرحلہ بھی عجیب ہوتا ہے، مولانا سعید صاحب ابھی تازہ تازہ جنوبی افریقہ سے واپس ہوئے ہیں، جون کا برہان بھی ان کی عدم موجودگی میں مرتب ہوا ہے، عین وقت پر معلوم ہوا کہ رسالے کے تین چار صفحات خالی ہیں، عجلت میں اس کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ان صفحوں کو پُر کرنے کے لئے اپنی ریڈیو کی ایک تقریر دے دیا جائے، ریڈیو کی تقریروں کا ایک خاص انداز ہوتا ہے، عام طور پر "برہان" میں یہ تقریریں نہیں دی جاتیں، توقع ہے قارئین اس تقریر کو اسی نقطۂ نظر سے پڑھیں گے۔ آل انڈیا ریڈیو کے شکریہ کے ساتھ یہ تقریر شائع کی جارہی ہے۔

(ع)

حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تصوف و سلوک کے سلسلۂ چشتیہ کے مرکزی نظام کو جس شخص نے وسیع پیمانہ پر چلا کر اس کو موثر اور ہمہ گیر بنایا وہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات تھی، ۴۳ سال کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوکر شرفِ بیعت حاصل کیا، بیعت کے شروع زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت روشن چراغ حضرت سلطان المشائخؒ کی قیام گاہ کے قریب ایک درخت کے نیچے حیران، پریشان کھڑے تھے، حضرت سلطان المشائخ بالاخانے سے نیچے اتر رہے تھے کہ شیخ نصیر الدین پر ان کی نظر پڑی، خادم خاص کے ذریعہ خلوت میں بلا کر کیفیت دریافت